مؤلفہ

مولوی محمد امین صاحب زبیری

زیر اہتمام

جناب بیگم سید عبدالحفیظ صاحب ایم' ایل' اے

اعظم اسٹیم پریس مغلپورہ حیدرآباد دکن
میں طبع ہوئی

قیمت ایکروپیہ (عہ) — علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

۱- دفتر دارالسلام

۲- گولڈن لاج - لال ٹیکری

فہرست مضامین

معنون

بنام نامی و گرامی

ہر ہائنیس والا شان شہزادی در شہوار پرنسس آف برار

دام اقبالہا

عقیدت کیش

مصنف

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
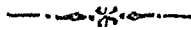
عورت اور عسکریت نامی کتاب جس کو جناب مولوی محمد امین زبیری صاحب نے تصنیف فرمایا ہے اور جسے شہزادی درشہوار مدظلہا کے نام نامی سے معنون ہونے کا شرف ملا ہے میں نے محسوس کیا کہ وقت کے اس نازک دور میں یہ کتاب خواتین کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگی۔

تاریخ شاہد ہے کہ آغاز و عروج اسلام کے وقت جہاد فی سبیل اللہ اور بعد کے دور سلاطین میں اسی جذبہ کے ساتھ مرد اور عورت اپنے مرتبہ کے لحاظ سے میدان جنگ میں برابر کے ساتھی تھے۔ مائیں اپنے بیٹوں کو بہنیں اپنے بھائیوں کو بیویاں اپنے شوہروں کو میدان جنگ میں جانے کے لئے مسلح کر کر بایں تاکید روانہ کرتی تھیں کہ سینہ پر زخم کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پر زخم لے کر نہ آنا مائیں تو یہاں تک کہہ دیتی تھیں کہ اگر پیٹھ پر زخم لے کر آئے تو دودھ نہیں بخشیں گی

خدا کی راہ میں اپنے عزیزوں کو قربان کرنا وہ اپنا ایک فرض اور عبادت تصور کرتی تھیں اب یہ حال ہے کہ عورت تو عورت مرد تک جہاد کے نام سے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں یہ ہماری صدیوں کے آرام و آسائش اور اسلام سے لاپرواہی کا سبب ہے موجودہ دور جو دنیا کا ایک انقلابی دور کہا جا سکتا ہے اس نے ہندوستانی خواتین پر ثابت کر دیا ہے کہ اس دنیا میں صرف الخیر

قوموں کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہوگا جو خود اپنی حفاظت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ کر سکتی اور ہمت و شجاعت کی حامل ہوں

ہمارے مرد میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دیں تو ہم خواتین کا فرض ہے کہ زخمیوں کی فوراً امداد کریں اُن کے زخم باندھیں ان کو فوری امداد پہنچا کر ہلاکت سے بچائیں اور وقت پڑے تو خود مردانہ وار دشمنوں سے لڑیں اور اپنے ناموس اور عزت کی حفاظت میں جان دیدیں ——— مریں تو شہید زندہ رہیں تو غازی یہاں تکالیف سہیں تو وہاں آرام پائیں گے۔

تعمیرِ نو کے لیئے ماضی کے نقوش ضروری ہوتے ہیں مستقبل کی تعمیر میں ماضی کے واقعات سے سبق لینا چاہیئے اب میں قابل مصنف اور بیگم سید عبد الحفیظ کو مبارکباد دیتی ہوں جنھوں نے ایسے وقت اس کتاب کی تصنیف اور اشاعت کی۔

اس کے علاوہ شہزادی صاحبہ بالقابہا کے نام مبارک کے ساتھ انتساب نے اس میں زیادہ جان ڈال دی اور اس کو موثر کر دیا۔

میں متوقع ہوں کہ ہر خاتونِ ملت اس کتاب کا مطالعہ بہ نظر غور کر کر اس سے استفادہ حاصل کرے گی فقط

نور عالم خاتون (بیوہ قائد ملت مرحوم و مغفور)

دیباچہ

"عورت اور عسکریت" کا مسودہ جس وقت محمد امین صاحب زبیری نے مجھے دکھایا تو میں نے یہ محسوس کیا کہ گویا میری ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل ہو گئی۔ ماضی کا یہ تصور کہ عورت اور عسکریت متضاد ہیں موجودہ حالات کی روشنی میں باطل ہو چکا ہے اور صنف نازک کی حالیہ ترقیات اور جدوجہد کے پیش نظر میرا یہ ایقان جائز ہے کہ عسکریت عورت کا جزو ہے۔ خواتین ہند کی پندرہ سالہ خدمت کرتے ہوئے میں نے زمانہ کے نشیب و فراز کے ساتھ اپنی بہنوں میں انقلاب کے آثار پائے لیکن مجھے اس کا بھی احساس ہوا کہ جہاں وہ تعلیمی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں داخل ہونا چاہتی ہیں وہاں ان میں جذبۂ خود اعتمادی کا فقدان ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود کو ایک کمزور حصۂ انسانیت تصور کئے ہوئے ہیں۔ بیس سال قبل میرا قیام لکھنؤ میں تھا چنانچہ وہاں بھی میں نے محسوس کیا کہ گو یو۔ پی۔ کی خواتین میں بیداری کی لہر تو دوڑ رہی ہے مگر وہ اس قابل نہیں کہ اپنی محافظ آپ بن سکیں۔ وہاں کے ایک سماجی ادارہ کی سرپرستی میں جو خواتین کی خدمت انجام دے رہا تھا اور جس کی صدر مسز وجے لکشمی پنڈت اور میں معتمد تھی میں نے عورتوں کے لئے جسمانی ورزش اور حفاظت خود اختیاری کے طریقے سیکھنے کا انتظام کیا تھا لیکن مجھے اپنے اس پہلے تجربہ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں یو۔ پی اتحاد المسلمات[1] نے جس کی میں صدر تھی جسمانی تربیت کا آغاز کیا لیکن خواتین کا ذوق و جذبہ ہمت افزا نہ تھا۔ آخر ش ۱۹۳۹ء میں "انجمن خواتین

---

[1] لکھنؤ میں یہ انجمن اتحاد اسلامی کے لیے شیعہ و سنی عورتوں نے قائم کی تھی۔

درس قرآن کی طرف سے جو میرا قائم کردہ تھی میں نے پھر اس تحریک کو شروع کیا۔
مجھے توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ سیکڑوں عورتوں نے اس تحریک میں شرکت
کی ادران کی تعداد روزافزوں تھی۔ جس وقت سنہ ۱۹۴۰ء میں میں اپنے وطن عزیز حیدرآباد
واپس ہوئی میں نے اس ادارہ کو ایک منتخبہ کمیٹی کے سپرد کیا جس کی صدر بیگم حبیب اللہ
تھیں اور اس کا کام آج تک جاری ہے۔ یو۔پی کی خواتین مسلم لیگ نے بھی میرے
دوران معتمدی میں اس تحریک کو شروع کیا اور میں نے اسے ترقی کے منازل سے طے
کرنے پہنچایا تھا۔ چند سال قبل مس فاطمہ جناح جب حیدرآباد تشریف لائیں تو انھوں
نے مجھے بتایا کہ خواتین بمبئی نے بھی اس تحریک کی تقلید کی، اس کو قوی بنایا اور
خواتین رضاکاروں کی تعداد کثیر ہے۔

حیدرآباد میں آنے کے بعد میری خواہش یہی تھی کہ یہاں کی خواتین میں سیاسی
شعور پیدا کرنے کے سوا ان کو حفاظت خود اختیاری کی بھی تعلیم دی جائے۔
چنانچہ سنہ ۱۳۵۶ف میں مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ کے موقع پر خواتین
نے اجلاس میں یہ قرارداد منظور کروائی کہ انھیں حفاظت خود اختیاری کی تربیت
دینے کا انتظام شروع کیا جائے۔ اس کی محرک بیگم مشتاق احمد تھیں۔ تحریک
منظور ہوگئی۔ ہم نے کام بھی خلوص کے ساتھ شروع کیا لیکن، افسوس میری
طویل علالت کے باعث خواتین کی عسکری تربیت جوش وخروش کے ساتھ جاری
نہ رہ سکی۔ علاوہ ازیں اس تحریک نے اکثر لوگوں کے دلوں میں مختلف النوع
بدگمانیاں پیدا کردیں گو ہمارے مقاصد نہایت پاک اور نیک تھے۔
لیکن اب جبکہ ہم اپنی تاریخ کے ایک پرآشوب زمانہ سے گذر رہے ہیں

اور متعدد ممالک کی حکومتوں نے فوجی تربیت لازمی قرار دے دی ہے میں متوقع ہوں کہ حکومت سرکار عالی فوجی تربیت کو ہر شہری کے لئے بلا کسی تفریق ملت و مذہب لازمی قرار دے دیگی۔ کیونکہ یہ حقیقت تو آشکارا ہو چکی ہے کہ جبر و تشدد کے مظاہرے میں اور نفرت و انتقام کے خونی ڈراموں میں انسانی برادری کے کمزور ارکان یعنی لاچار و بے بس عورتیں اور بچے سب سے پہلے ہدف بنتے ہیں۔ اس لئے آج کی اہم ترین ضرورت یہی ہے کہ قوت اور بربریت کے سیلابوں کے مقابلہ کے لیئے سینہ سپر ہو جائیں اور اپنے ملک و مالک کی حفاظت و مدافعت کے لیئے اپنی سوئی ہوئی عسکری صلاحیتوں کو جگائیں

میں محمد امین صاحب کی شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اپنی عسکری تصنیف کے ذریعہ خواتین کی ایک اہم خدمت انجام دی ان کی تصنیف کو سراہتے ہوئے میں اگر ان کی قابل ستائش خدمات پر کچھ روشنی نہ ڈالوں تو میرا "دیباچہ" تشنہ رہے گا۔ آپ کو ۴۴ سال تک فردوس آشیاں علیا حضرت بیگم صاحبہ سابق فرمانروائے بھوپال کی روبکاری میں اسی قسم کی خدمات انجام دینے کا شرف حاصل رہا۔ موصوف کا قلم بارہا صنف نازک کی تائید میں اٹھ چکا ہے اور جس خوبی سے آپ نے ہمارے مقدمہ کی وکالت کی ہے وہ قابل مبارکباد ہے۔ "عورت اور عسکریت" کی تصنیف کے بعد تو آپ نے جمیع خواتین کی طرف سے خود کو خراج تحسین کا مستحق بنا لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین اس تاریخی حقائق سے مملو کتاب کے

مطالعہ سے استفادہ حاصل کریں گے اور قابل مصنف کے مشکور ہوں گے
میں علیا حضرت ہز ہائینس شہزادی صاحبہ برابر مدظلہا کی خدمت میں تہہ دل سے نذرانۂ تشکر و عقیدت باادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی ہوں کہ اس کتاب کو اپنے نام نامی سے معنون کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ ایک ایسے ملک کی مایہ ناز دختر نیک اختر ہیں جس کی خواتین پر آج ہم بجا طور سے فخر کر سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی قوم کی تعمیر میں نہ صرف شاندار کارنامے انجام دیئے بلکہ وہ آج اپنے ملک کی مدافعت میں اپنے مردوں کے دوش بدوش سربکف ہیں۔

میں محترمہ بیگم صاحبہ قائد ملت کی بھی مشکور ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے "حرف آغاز" کے لیئے اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحے نکالے اور اپنے رشحات قلم سے اس کتاب کو زینت بخشی۔ مجھے اس پر فخر ہے کہ گو ہم قائد ملت کی دلولہ آفریں شخصیت سے محروم کر دیئے گئے تاہم ان کی بالغ نظر محترم ایسی رہنما خاتون کا سایہ ہمارے سر پر قائم رہے جن کی رہبری میں خواتین دکن آج بیداری اور ترقی کے منازل طے کر رہی ہیں۔

خدا ہمارے شاہ ذی جاہ کا سایۂ ہمایونی ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم اور خانوادۂ آصفی کو حفظ و امان میں رکھے اور سلطنت آصفیہ تا ابد قائم دائم رہے۔

میں آخر میں قابل مصنف کی خدمت میں جمیع خواتین کی جانب سے ہدیۂ تشکر
پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا حق تالیف خواتین کی عسکری تنظیم کو
تفویض فرمایا ہے۔ محترم مصنف کی مساعی کا ماحصل یہی ہے کہ اس کتاب سے
خواتین زیادہ سے استفادہ اٹھائیں۔

میں نے اس کتاب کی طباعت کا اہتمام بھی اپنے ذمہ اسی جذبہ کے تحت
لیا ہے۔ فقط

خورشید زرنگار (بیگم حمید الحفیظ)

عورت اور عسکریت

مقدمہ

جس طرح ہر ملک اور ہر قوم میں عورت کی جنسی حیثیت بکثرت مباحث و تصانیف کا موضوع بنی اسی طرح مسلمانوں میں بھی وہ خاص موضوع رہی ہے اس کی تعلیم و تربیت، اس کے فرائض مذہبی اس کے واجبات زوجیت و عائلی اور اس کے رجحانات و میلانات غرض ہر موضوع پر مختلف نقاط خیال سے اتنی کثیر بحثیں ہو چکی ہیں کہ اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی مگر ان مباحث میں عورت اور عسکریت کے موضوع کا بہت کم حصہ رہا۔ تاریخوں میں کہیں کہیں ان کے بہادرانہ کارناموں اور معرکہ آرائیوں کا تذکرہ مستثنیٰ واقعات کی طرح ملتا ہے۔ لیکن اس صدی کی دو عالمگیر لڑائیوں اور انقلابات نے اس موضوع کو منطقی و فلسفی دلائل و قیاسات سے نہیں بلکہ تجربات و مشاہدات سے ایک فیصلہ کن صورت میں جلوہ گر کر دیا ہے یعنی عسکریت جس طرح مرد کی فطرت میں ہے اسی طرح عورت کی فطرت میں موجود ہے اور وہ بھی مردوں کی طرح میدان جنگ میں معرکہ آرا ہو سکتی ہے سائنس اور مشین نے بڑی حد تک طاقت و قوت اور قوائے جسمانی کا امتیاز و سوال مٹا دیا ہے اب سے کئی سو برس پہلے نامور فلسفی ابن رشد نے جو فقہی اجتہادات علم کلام اور فلسفہ کا امام تھا افلاطون کی کتاب "جمہوریت" کی شرح میں لکھا ہے کہ

عورت و مرد کے قوائے جسمانی و دماغی میں کوئی فرق نوعی نہیں

صرف کمیت کا فرق ہے یعنی جس طرح فنون جنگ اور علوم و فنون میں مرد مہارت
رکھتا ہے اسی طرح عورتیں بھی مہارت پیدا کر سکتی ہیں کیا

اس کے ثبوت میں دو بتاتا ہے کہ

افریقہ کی بعض بدوی حکومتوں میں اس قسم کی بکثرت مثالیں ہیں کہ
عورتوں نے میدان جنگ میں سپاہ و قائد کے فرائض انجام دے۔

تاریخی شواہد میں ہم کو زیادہ تر انفرادی مثالیں ملتی ہیں اور کہیں کہیں ایک استثنائی حالت
میں ہم باقاعدہ افواج کی صورت میں بھی اس وصفِ عسکریت کو پاتے ہیں لیکن صحیح طور پر
اور اجتماعی حیثیت اور بہ تسلیم ضرورت اس کا آغاز گزشتہ صدی میں ایک امریکن خاتون
لوئی روز کے اس منشور سے ہوتا ہے جو اس نے ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس میں
فرانسیسی عورتوں کی بہادری سے متاثر ہو کر شائع کیا جس سے یورپ میں روز بروز یہ
جذبہ بڑھتا اور ترقی پکڑتا رہا تا آنکہ اس صدی کے اوائل سے وہ نمایاں ہوا اور ۱۹۱۴ء
کی جنگ عظیم میں دنیا کو اس جذبہ کی صداقت و قوت اور اس سے فائدہ اٹھانے کا
ایقان ہو گیا' اس ایقان نے گرل گائڈ کی تحریک پیدا کی جو تقریباً تمام دنیا کے نسوانی
ادارات میں جاری کی گئی اور برطانوی ہند اور بعض ریاستوں میں بھی تنظیم اور باقاعدہ
تربیت شروع کی گئی اور ایک مرکز کے طور پر "کل عالمی انجمن" کی بھی تاسیس ہوئی۔
پھر ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ جنگ عظیم کے ضمیمہ میں جبکہ ترکی قوم سخت ترین کشمکش موت و
حیات میں مبتلا تھی اور ترکی عورتوں نے اپنی حیات ملی کے لیے اپنے عسکری جذبہ
اور عزم کو بے مثل طریقہ پر ظاہر کیا تو نشاۃ ثانیہ میں ان کی عسکری تعلیم و تربیت کو
بھی خاص درجہ دیا گیا۔

۱۹۳۷ء سے ہائی اسکول انٹرمیڈیٹ اور یونیورسٹی میں لڑکیوں کی فوجی تعلیم ضروری قرار دی گئی اور مدت نصاب دو سال رکھی گئی مضامین نصاب میں پریڈ نشانہ بازی، فوجی بھرتی، فوجی نقل و حرکت کے ابتدائی اصول، فوجی قانون اسلحہ اور نقشوں کے استعمال کے طریقے، ہوائی حملوں کی مدافعت، طبی امداد، فوجی اطلاعات کی بہم رسانی، صف آرائی اور محاذ جنگ کے پیچھے کام، شہروں اور اہم مقامات کی بالتفصیل نقشہ کشی وغیرہ کو شامل کیا گیا۔

دو سال بعد ۱۹۳۹ء میں ایک قانون منظور ہوا جس کی رُو سے پندرہ سال سے زیادہ عمر کا ہر ترک خواہ وہ کسی صنف سے تعلق رکھتا ہو جنگی خدمات کے لیئے طلب کیا جا سکتا ہے پندرہ سال سے زیادہ عمر کے باشندے مرد اور عورت ہوائی تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ بہت جلد عورتوں کی ایک کثیر تعداد نے کمال اتاترک کی منہ بولی بیٹی صبیحہ کی نگرانی میں بمباری اور شکاری ہوائی جہاز رانی میں مہارت حاصل کر لی اور ان کو پیراشوٹ ( ) کی جنگی تعلیم بھی دی گئی شہری فارغ اور بالخصوص گیس سے بچاؤ کی طرف خصوصی توجہ مائل کی گئی اور اس سلسلہ میں ان کی جمعیتیں فضائی قوت کا ستون بن گئیں[1]

اسی سال (۱۹۳۹ء میں) جب یورپ کی عالمگیر جنگ شروع ہوئی تو

---

[1] طیارہ رانی میں اس ملک کی مسز حجاب امتیاز علی (لاہور) پہلی خاتون ہیں جنھوں نے کمال حاصل کیا ہے وہ اپنے طیارہ کو اُس بلندی تک لے گئی ہیں جہاں تک کہ طیارہ پرواز کر سکتا ہے'

متحارب ممالک نے عورتوں کے جذبۂ عسکریت اور فوجی کاموں کی صلاحیت سے پورا فائدہ اٹھایا انگلستان و امریکہ کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں بھی مختلف خدمات کے لیئے ان کی تنظیم کی گئی اور انھوں نے عسکری صلاحیتوں کا قابل تعریف مظاہرہ کیا۔

سنہ ۱۹۴۱ء میں انگلستان کی عورتوں کی نسبت وزیر محنت نے کہا تھا کہ

"جمہوریت کی تاریخ میں اول مرتبہ قومی جنگ کی خدمات کے سلسلہ میں برطانیہ نے عورتوں کی جبری بھرتی شروع کی لیکن جبریہ تو محض ایک اصطلاح تھی تمام ملک میں ہر طبقہ اور ہر عمر کی عورتوں نے اس صدا پر لبیک کہا۔ میں جب ہوائی جہازوں توپوں ٹینکوں اور اسلحہ جات اور جہاز بننے کے کارخانوں، بجلی کے سامان اور مشینوں کی دکانوں اور دوسرے اہم کارخانوں کے معائنہ کو گیا تو میں نے ہزارہا عورتوں کو مردوں کا کام کرتے دیکھا۔ ایک جنگی کارخانہ میں آٹھ یا نو سائبان تھے جن میں عورتوں کی قطاروں کی قطاریں ہر طرح کی چھوٹی بڑی مشینیں چلا رہی تھیں خراد کا کام کر رہی تھیں لوہے کے ٹکڑوں کو بجلی کے ذریعہ توڑ رہی تھیں کیلیں ٹھونک رہی تھیں لوہا کاٹ رہی تھیں اس میں سوراخ کر رہی تھیں انجن کی صفائی کر رہی تھیں بجلی کے تار لگا رہی تھیں۔ ان کی بروقت مدد نے برطانیہ کو اپنے سب سے زیادہ نازک اوقات میں ثابت قدم رہنے کے قابل بنا دیا، جب میں کہتا ہوں کہ اس جنگ میں میزان فتح کا پلہ عورتوں نے جھکا دیا تو یہ صرف اظہار حقیقت ہے۔"

انگلستان کی ان عورتوں نے ہوائی حملوں سے محافظت مخدوش مقامات سے تخلیہ و نقل مکانی منہدم عمارتوں کے ملبہ کے نیچے کے کام بڑی محنت و مشقت سے انجام دیئے۔ بلیک آؤٹ میں ٹیکسی اور موٹر چلانے اور دیگر خطرات کے مقابلہ میں

نہایت جرأت دکھائی ایک ایک مہینہ میں دن رات لاکھوں میل کا سفر کرنا پڑتا تھا
ہر درجہ اور مرتبہ کی عورتوں کی دس لاکھ تعداد تھی جو امدادی کاموں میں لگی ہوئی تھیں
ساٹھ فیصد عورتیں اسلحہ ساز فیکٹریوں میں کام کرتی تھیں۔ ان کا ایک محفوظ توپ خانہ
بھی تھا جو دشمن کے طیاروں کو گراتا تھا۔ ایمبولنس کے طیاروں میں انھوں نے نرسنگ
اردلی کے فرائض انجام دیئے غرضکہ ہر شعبہ جنگ میں وہ نمایاں تھیں۔ اس جنگ میں
ہندوستانی عورتیں بھی انگلستان کی عورتوں کے شانہ بشانہ اور صف بہ صف رہیں چنانچہ
برطانوی حکومت ہند نے ۱۹۴۵ء میں شش سالہ جنگی خدمات کے متعلق ایک
کتاب شائع کی تھی اس کے باب پنجم میں ہندوستانی عورتوں کی جنگی خدمت پر تذکرہ و
تبصرہ ہے اس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ وہ بے انتہا صلاحیتوں کی مالک ہیں وہ
اب تک گھر کی چار دیواری میں بند تھیں مگر جب باہر نکلیں تو کسی ملک کی عورتوں سے
پیچھے نہیں رہیں انھوں نے دفتر میں کام کیئے، فوجیوں کی خدمات انجام دیں اور
ہسپتالوں میں زخمیوں کی تیمارداری کی انتظامی معاملات میں ٹیکنیکل کام اور ٹینکوں
اور ٹیلی پرنٹروں کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ہندوستانی عورتوں کی خدمات مختلف
شاخوں میں منقسم تھیں مگر زیادہ تر ان کا تعلق امدادی کاموں سے تھا ان کاموں میں
نرسنگ سروس بہت اہم تھی اور اس کے لیئے تربیتی کلاس کھولا گیا تھا ۱۹۴۳ء کی
رپورٹ کے مطابق تربیت یافتہ نرسوں میں (۶۰۳) اینگلو انڈین (۳۴۱) یورپین ساکنین
ہند (۲۹۳) یورپین مقیم ہند (۳۴۵) ہندستانی عیسائی (۱۲۳) ہندو (۴۲) پارسی (۵)
سکھ اور (۱۱) مسلمان تھیں گویا (۱۶۴۵) کی مجموعی تعداد میں (۱۶۷۲) وہ نرسیں تھیں
جن کا تعلق یورپ اور عیسائی مشنوں سے تھا اور (۳) دیگر اقوام کی تھیں ہندستانی

عیسائی عورتوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ ان میں تنظیم عسکری کی گئی ہندو عورتوں کی تعداد بھی اس تناسب میں قابل تعریف ہے اور اگرچہ زیادہ تر کوہستانی مقامات کی تھیں تاہم یہ تعداد ان کے جذبہ عسکریت اور میلانات کا روشن ثبوت ہے علاوہ ان کے ان ہندستانی عورتوں نے بھی جو انگلستان میں مقیم تھیں مساعی جنگ میں کافی حصہ لیا اور ایک سیکشن میں تو سارا عملہ انھیں عورتوں کا تھا۔

دیگر متحارب ممالک کی عورتوں نے بھی اسی طرح فوجی خدمات انجام دیں روس نے تو انقلاب کے بعد ہی سنہ ۱۹۲۶ء میں ثانوی مدارس میں جنگی تعلیم و تربیت لازمی کردی تھی چنانچہ عالمگیر جنگ کے شروع ہوتے ہی روسی عورتیں مردوں کے دوش بدوش معرکہ آرا ہوئیں ان کی ایک خاص فوج چھتریوں کے ذریعہ اترنے والی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیئے تیار ہوئی انھوں نے اسلحہ سازی کے کارخانوں میں داخل ہوکر اسلحہ تیار کیئے پٹرول کے چشموں کی حفاظت کی نرسنگ کے کام تو ان کے لیئے معمولی تھے جو ہزاروں میل محاذ جنگ پر انھوں نے انجام دیئے زخمیوں کے لیئے خون جمع کرنے والے مراکز میں جاکر خون نذر کیا اس جنگ میں روس کی ممتاز جاں باز عورتوں کے ناموں کی فہرست میں مسلمان عورتوں کے مثلاً نازلی ناہید وفا بشارت میریا با جیسے اکثر نام بھی نمایا ہیں۔

چین جو ہمیشہ ایک افیونی ملک رہا اس کی عورتوں نے سنہ ۱۹۰۶ء کے انقلاب اور بعدہٗ جاپانی حملوں کی مدافعت میں زبردست حصہ لیا طالبات نے اپنی پلٹنیں مرتب کیں اور عسکری تربیت حاصل کرکے میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کیئے نرسنگ کی خدمات بڑی دل سوزی محنت اور قابلیت سے انجام دیں انھوں نے

چھاپہ مار جنگ میں بھی بڑا کام کیا اور اس کے لیئے پہلا دستہ ایک ضعیف العمر خاتون نے مرتب کیا جو خود جنگ کرتی ہوئی اپنے ملک پر فدا ہو گئی۔

میڈم چیانگ کائی شیک جو ۱۹۴۴ء میں ہندستان آچکی ہیں ہوائی فوج کی وزیر تھیں۔

ان مثالوں سے عورتوں کی صلاحیت و قابلیت عسکری مادی صورت میں سامنے آجاتی ہے۔

دنیا میں امن کی حالت ہو یا جنگ کی سلطنتیں اور حکومتیں خواہ وہ جمہوری ہوں یا شخصی یا کوئی بھی طرز حکومت رکھیں ملک کے امن دامان خارجی حملوں کی مدافعت اور اپنی بقا کے لیئے افواج کی محتاج رہیں گی اور وہ افواج نئے نئے اسلحہ سے مسلح ہونگی بر و بحر اور فضائے سماوی میں ان اسلحہ کی بجلی چمکتی اور آواز گونجتی رہے گی، سائنس کے اکتشافات و تجربات، جدید سے جدید ہلاکت کا سامان مہیا کرتے رہیں گے اور ہر ملک میں عورتیں ہر ایک شعبۂ جنگ میں مردوں کے دوش بدوش رہیں گی برصغیر ہند کی ہر دو مستعمرات انڈیا یونین اور پاکستان بھی فوجی تنظیم و ترقی سے بے نیاز نہ رہ سکیں گے چنانچہ ان دونوں نے اپنے وجود میں آنے کی ساتھ ہی اس طرف توجہ منعطف کردی ہے اور ان مستعمرات کی عورتوں میں بھی فوجی جذبہ پیدا ہو رہا ہے

بمبئی کے ایک نسوانی ادارے نے عورتوں کے اسلحہ رکھنے کا مطالبہ کیا ہے

ناگپور میں ممالک متوسط و برار کے نوجوانوں کو رائفل چلانے کی تربیت کے لیئے ایک اسکول جاری کیا گیا ہے جس میں عورتوں کو بھی داخلہ کی اجازت ہے۔

سندھ کی جدید پاکستانی تنظیم و تربیت میں عورتوں کو بھی شامل کیا گیا ہے

اور پولس میں ان کی مخصوص جمعیت قائم ہو رہی ہے۔ گرلز گائڈ اور ایک ایسے دستہ خواتین کی ترتیب و تنظیم بھی عمل میں لائی جا رہی ہے جو دوسری عورتوں کو طبی امداد و تیمارداری اور خدمت کی تربیت کریں تاکہ مفاجاتی حالت میں جبکہ مرد میدان کارزار میں ہوں تو یہ عورتیں ان خدمات کو انجام دیں۔ صوبہ سرحد میں بھی نیشنل گارڈ کی تنظیم کی جا رہی ہے۔
مگر یہ اندیشہ بھی ہے کہ قومی اور جماعتی حیثیت سے اس عسکری صلاحیت کو تنظیم کے ذریعہ بروئے کار لانے میں "حجاب" کا حکم حائل یا سدِّ راہ سمجھا جائے لیکن مسلمان عورت کی عسکریت و معرکہ آرائی کے وہ تاریخی واقعات جو قرونِ اولیٰ میں نظر آتے ہیں اور جن کا سلسلہ خلافتِ راشدہ اور ملوک و سلاطین کے زمانوں سے ملتا ہے حکمِ "حجاب" کی صحیح تفسیر ہیں۔

اسی تاریخ عسکریت کے چند واقعات اس مختصر کتاب میں بالخصوص مسلمان عورتوں کی توجہ کے لیے پیش کئے جاتے ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ زمانہ گذر گیا جب ایک جذبہ میدان جنگ میں بڑے بڑے شجاعانہ کاموں کے لیے کافی تھا مگر اب اس زمانہ میں تاوقتیکہ عسکری تعلیم و تربیت نہ ہو خالی جذبۂ شجاعت سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ لباس یا یونیفارم پر جو صحیح طور پر حجاب شرعی ہے غور کے لیے اس کتاب کا سرورق کافی ہے۔

اب یہ مسلمان عورتوں کا کام ہے کہ اس معرکہ کو سر کریں اور ہر جگہ تعلیمی ادارات میں جہاں عسکری تعلیم و تربیت کا نظام ہو اس میں داخلہ کی کوشش کریں یا خود اپنا ایک نظام بنائیں اور یہ سب کچھ قرآن کریم کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

محمد امین زبیری مارہروی

دنیائے اسلام میں مسلمان عورتوں کی عسکری روایات اور معرکہ آرائیاں

۱- قرون اولےٰ

عرب عورتیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی دلیری و جنگ جوئی میں شہرت رکھتی تھیں دائرۂ اسلام میں آنے کے بعد انھوں نے اپنے اس فطری جوہر کو غزوات اور جہاد میں چمکایا اور بعض مواقع پر تو انھیں کی ہمت و جرأت اور بہادری کی وجہ سے فتوحات حاصل ہوئیں۔

میدان جنگ میں عموماً حسب ذیل خدمات کا ان سے تعلق تھا
(۱) فوج کے کھانے کا انتظام (۲) مجروحین جنگ کو میدان سے اٹھا کر ان کی مرہم پٹی اور تیمارداری (۳) پانی پلانا (۴) تیر اٹھا اٹھا کر دینا (۵) قبروں کی کھدائی
غزوۂ احد[1] ۳ھ میں حضرت عائشہ رض جن کی رخصتی بھی اسی سال ہوئی، اپنے ہاتھ سے مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں ان کے ساتھ دو اور صحابیات

---

[1] اسی غزوہ میں قریش کے بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی فوج میں تھیں سب سے پہلے طبل جنگ کے بجائے تاقونان قریش دف پر یہ اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں

نحنُ بناتُ طارقِ	ہم تاروں کی بیٹیاں ہیں
نمشی علی النمارقِ	ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں
ان تقبلوا نعانق	اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے
او تدبروا نفارقِ	اور اگر پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے

اُمِ سلیمؓ اور اُمِ سلیطؓ بھی تھیں ربیع بنت مسعود اور دیگر عورتوں نے شہدا اور مجروحین کو میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا اُمِ رفیدہ کا ایک مخصوص خیمہ تھا جس میں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

جب کافروں نے عام حملہ کردیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف چند جاں نثار رہ گئے تو اُمِ عمارہ نے آنحضرت کے قریب پہنچکر اپنا سینہ سپر کردیا اور کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر و تلوار سے روکتی تھیں ابن قمیہ جب دراتا ہوا آنحضرت کے پاس پہنچ گیا تو اُمِ عمارہؓ نے بڑھ کر روکا ان کے کندھے پر گہرا زخم آیا انھوں نے تلوار ماری مگر چونکہ ابن قمیّہ دہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی۔

ابن قمیہ کی تلوار کی ضرب سے چہرہ مبارک پر زرہ (مغفر) کی دو کڑیاں ایسی چبھیں کہ خون جاری ہوگیا تھا حضرت فاطمہؓ جو مدینہ طیبہ میں تھیں یہ خبر سُن کر فوراً آئیں اور زخم صاف کرکے اور چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ باندھی۔

غزوۂ خندق (۵ہجری) میں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ نے نہایت بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا اور دشمنوں کے حملہ کو روکنے کی حیرت انگیز تدبیر کی۔

دشمن کی تعداد مسلمانوں سے چوگنی تھی اور تمام مسلمان مدینہ سے باہر برسرپیکار تھے، ایک موقع پر جب کہ مسلمان عورتیں اور بچے غیر محفوظ حالت میں تھے اور ان کی حفاظت کے لیے کوئی جمعیت نہ تھی ایک یہودی اس طرف نکل آیا

ل جنگ مسلیمہ ۱۲ھ انھوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا بارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ کٹ گیا
ک اس سال حکم حجاب نازل ہوا۔

اندیشہ ہوا کہ یہ شخص دشمنوں کو اس مقام کی اطلاع نہ کردے اور وہ حملہ کرکے ان سب کو تہ تیغ نہ کردیں حضرت صفیہ نے فوراً خیمہ کے ایک ستون سے اس یہودی پر اتنا سخت حملہ کیا کہ اس کا کام ہی تمام ہوگیا۔

غزوۂ خیبر ۷ھ میں بھی عورتوں کی جمعیت مرہم پٹی اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے کے لیے ہمراہ تھی غزوہ حنین ۸ھ میں اُم سلیم نے اپنے خنجر سے مقابلہ کیا۔

فتح دمشق سے قبل (۱۳ھ) جب اسلامی لشکر نے کچھ عرصہ کے لیے محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف رخ کیا تو خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کے دستوں کو لے کر آگے بڑھ گئے تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ عقب میں تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں بچوں سامان رسد اور خیموں کو لیے ہوئے آرہے تھے عین اسی موقع پر دشمن کی تازہ دم امدادی فوج بھی آگئی تھی اور مسلمانوں کا اگلا حصہ اس کے مقابلہ میں مصروف ہوگیا دمشقی لشکر نے قلعہ سے نکل کر عقبی حصہ کو محاصرہ و حراست میں لے کر قلعہ دمشق میں داخل ہوجانا چاہا۔

عورتوں نے ایک دوسری کی طرف دیکھا خولہ بنت ازور نے کہا کہ بہنو! کیا تم یہ گوارا کرسکتی ہو کہ مشرکین دمشق کے قبضہ میں آجاؤ کیا تم عرب کی شجاعت و حمیت کے دامن پر داغ لگانا چاہتی ہو میرے نزدیک مرجانا تو اس ذلت سے کہیں بہتر ہے

ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگادی اور وہ خیموں کی چوبیں لے لے کر اور باقاعدہ حلقہ باندھ کر آگے بڑھیں سب سے آگے خولہؓ بنت ازور تھیں اور ان کے پیچھے عفیرہؓ بنت عفار، ام آبانؓ بنت عقبہ، سلمہ بنت نعمان وغیرہ تھیں دمشقی اول تو متحیر و مبہوت رہ گئے اور اتنے وقفہ میں عورتوں نے تیس لاشیں گرادیں۔

اب دشمنوں کے قدم اکھڑنے کو ہی تھے کہ اگلا حصہ ادھر سے فارغ ہوکر

مدد کو آگیا اور بقیۃ السیف فوج فرار ہوکر قلعہ بند ہوگئی۔

اسی جنگ میں امّ آبان نے اپنے مقتول شوہر کے جنگی اسلحہ لگا کر داد شجاعت دی

قادسیہ کی جنگ (سنہ ۱۴ھ) میں بھی عورتیں شریک تھیں اس جنگ کے واقعہ میں خود ایک عورت کا بیان ہے کہ جب لڑائی ختم ہوچکی تو ہم اپنے کپڑے کس کس کر رزمگاہ کی طرف چلے ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں میدان میں جہاں کوئی مجروح نظر آیا اٹھالیا

جنگ یرموک جو خلافت فاروقی (سنہ ۱۴ھ) میں ہوئی وہ نہایت سخت تھی بنی قریظہ (عیسائیوں) کی فوجی جمعیت مسلمانوں کے مقابلہ میں جو گئی تھی بڑے معرکہ کا رَن پڑا اسلامی فوج کا میمنہ (داہنا بازو) ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک آگیا میسرہ (بایاں بازو) بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا دشمن تعاقب کرتا ہوا جب خیموں تک پہنچا تو عورتوں کے قہر وغضب کی انتہا نہ رہی فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں اور ایسی سخت مدافعت کی کہ دشمن کو جہاں تھا وہیں روک دیا اور اپنی فوج کو پشت پر آکر غیرت دلائی اور خود تلواریں سونت کر حملہ آور ہوئیں اور مردوں سے آگے نکل گئیں۔ جویریہ عورتوں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھیں اور نہایت دلیری سے جنگ کی (خود بھی زخمی ہوئیں) اسماء بنت یزید نے تنہا نو دشمنوں کو قتل کیا اسی طرح متعدد عورتوں نے جرأت وبہادری کا کمال دکھایا۔

اس کے بعد ہی دمشق کے قریب مرج الصفر میں رومیوں سے پھر ایک معرکہ ہوا جس میں امّ حکیم[1] نے نہایت دلیری سے حصہ لیا اور سات دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔

---

[1] اس جنگ کا واقعہ بھی دلچسپ ہے کہ حال ہی میں خالد بن سعید اور امّ حکیم کا نکاح ہوا تھا اور اسی مقام پر دعوت ولیمہ کے لیے ایک پل کے قریب دلہن کا خیمہ نصب تھا اور لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ دشمن پہنچ گئے اس معرکہ میں دلہن کا یہ کارنامہ تھا۔

جنگ میسان (سنہ ۱۴ھ) میں عورتیں فوج سے بہت پیچھے تھیں لڑائی نہایت سخت اور گھمسان کی تھی ایک عورت اردہ بنت حارث نے ایک پرجوش تحریک کی کہ اگر اس وقت ہم اپنی فوج کی کچھ اعانت کرتے تو بہت باموقع ہوتی، یہ کہنے کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے دوپٹہ کا بڑا علم بنایا اور دوسری عورتوں نے جھنڈیاں بنائیں اور یہ سب پرچم لہراتی ہوئی فوج کے قریب پہنچ گئیں دشمن نے اس کو ایک تازہ دم فوج کی کمک سمجھی اس پر ہراس طاری ہو گیا اور شکست کھائی۔

خواتین اسلام نے نہ صرف بڑی معرکوں میں داد شجاعت دی بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی شریک رہیں۔

جزیرہ قبرص پر جو ساحل شام کے قریب ہی واقع ہے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں جب فوج کشی ہوئی تو اس میں اُم حرامؓ بھی شریک تھیں

جنگ صفین (سنہ ۳۷ھ) میں جو حضرت علیؓ کے دور خلافت کی مشہور لڑائی ہے اس میں بھی عورتیں شریک تھیں ان میں بکارۃ الہلالیہ ایک فصیح البیان شاعرہ بھی تھیں جو جنگی ترانے اور رجز تصنیف کرتی تھیں جنھیں میدان جنگ میں جوش دلانے کے لیئے پڑھا کرتی تھیں۔

عہد خلفا و سلاطین

زمانہ خلافت عبد الملک (۷۷ھ) حجاج ثقفی اور شبیب (خارجی) کی تاریخی جنگ میں غزالہ شبیب کی بیوی اور جہیزہ اس کی ماں دونوں نے حجاج کا مقابلہ کیا بعض موقع پر جب غزالہ اور حجاج کا آمنا سامنا ہوا تو حجاج تاب مقابلہ نہ لا سکا ایک شاعر نے اپنی نظم میں اس کو شرم دلائی کہ غزالہ کے مقابلہ سے تیرا دل دھڑک رہا تھا۔

ولید بن ملک کے عہد خلافت میں بخارا پر فوج کشی (۹۰ھ) کے موقع پر جب ترکوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوج میں آثار شکست نمایاں ہوئے اور یہ اس مقام تک پسپا ہو گئے جہاں مسلمان عورتیں موجود تھیں تو یہ عورتیں میدان میں آگئیں اور انھوں نے مار مار کر دشمن کے رسالے کے گھوڑوں کا رُخ موڑ دیا اور ایسا شور برپا کیا کہ مسلمانوں کی ہمت مضبوط ہو گئی اور بالآخر فتح ہوئی۔

۱۳۹ھ عہد خلافت منصور میں جب قسطنطنیہ کی طرف فوجیں بڑھیں تو ان میں ام عیسیٰ لبابہ اور دیگر عورتیں شریک تھیں۔

۱۷۸ھ عہد خلافت ہارون رشید[1] میں ولید نامی خارجی نے خابور میں جب علم بغاوت بلند کیا اور جنگ میں مارا گیا تو اس کی بہن فارعہ نے زرہ پہنی اور اسلحہ لگائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ کیا۔

غرناطہ عہد خلفا میں بھی بڑی بڑی دلیر عورتیں تھیں جو حصول علم کے ساتھ میدان جنگ میں بھی جوہر شجاعت دکھاتی تھیں۔

---

[1] ابن الرشید کی تمام کنیزیں مردانہ کپڑے پہنتی اور ہتھیار لگاتی تھیں۔

اسی قسم کی مثالیں ایشیائے کوچک میں بھی بہ کثرت ملتی ہیں عموماً بیگمات شاہی کے جلوس میں سوار خواتین ہوتی تھیں۔

پانچویں صدی ہجری میں سلجوقی خاندان دنیائے اسلام میں ایک بہت بڑی طاقت تھی۔ اس کی ایک ملکہ ترکان خاتون نے جو ملک شاہ سلجوقی کی بیگم تھی شوہر کے انتقال کے بعد کئی خانہ جنگیوں میں اپنی فوج کی کمانڈ کی اور میدان جنگ میں اپنی دلیری کے جوہر دکھائے۔

۴۸۷ھ ہجری میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا جنازہ فوجی شان سے اٹھایا گیا دس ہزار ترکمان فوج مشایعت میں شریک تھی۔ یہ خاتون، معارف پرور اپنے شوہر کی مشیر سیاسی اور امور سلطنت میں شریک غالب تھی۔ اطراف ملک میں اس نے مساجد، مدارس اور شفاخانے بھی تعمیر کرائے تھے۔[۱]

ہندوستان میں سلطان غیاث الدین نے تو عورتوں کی باقاعدہ فوج مرتب کی تھی فرشتہ لکھتا ہے:۔

پانصد کنیز ترک را لباس مرداں پوشانیدہ تیر اندازی ونیزہ داری بیاموخت وایشاں را سپاہ ترک نامیدہ در میمنۂ خود جائے داد۔ تا نیزہ ہا در دست گرفتہ

---

[۱] مشہور سیاح ابن بطوطہ، طورسی کے حالات میں لکھتا ہے کہ

ان کی عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں تیر اندازی کرتی ہیں اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں جاتی ہیں اس ملک کی ملکہ "اردجا" کے متعلق بیان کیا ہے کہ "اس ملک کے لشکر میں عورتیں ہیں جو مردوں کی اند لڑائی میں شامل ہوتی ہیں اور وہ خود عورتوں اور مردوں کا لشکر لے کر حملہ کرتی ہے۔

ترکش بر میاں بستہ یا لیستندو یا لفصد کنیز حبشی را از لباس زنان بر آوردہ
تفنگ اندازی و شمشیر بازی تعلیم کردہ میسرد بہ ایشاں حوالہ نمودش

تاریخ کا یہ ایک اہم واقعہ ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی نے قلعۂ جالور کی تسخیر کے لیے اپنی ایک کنیز گل بہشت نامی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا جہاں اس نے داد شجاعت دی۔

التمش کی بیٹی "رضیہ" جس کے سکوں پر السلطان الاعظم رضیۃ الدنیا والدین مرتسم ہوتا تھا متعدد معرکوں میں شریک ہوئی،

تیموری سلطنت کے بانی امیر تیمور کے لشکر میں بہت سی عورتیں تھیں جو جنگی معرکوں میں شریک ہوتیں، وہ شہ سواری نیزہ بازی شمشیر زنی میں کمال رکھتی تھیں۔

تیموری سلاطین کے یہاں حرم کا چوکی پہرہ ترکی عورتوں سے متعلق تھا جو مردانہ ہتھیار لگاتی تھیں۔ اس خاندان کی عورتیں عموماً فنون سپہ گری سے خوب واقف ہوتی تھیں ایک خاتون مہرانگیز بیگم نے تیر اندازی، چوگان بازی وغیرہ میں خاص شہرت حاصل کی تھی۔ ہمایوں جب ایران گیا تو اس کی ایک بہن ہمیشہ گھوڑے پر سوار ہو کر عقب میں چلتی تھی۔

نواب علی وردی کی بیگم جو سراج الدولہ (بنگال) کی دادی تھی اپنے شوہر کے ساتھ میدان جنگ میں سایہ کی طرح رہتی تھی اور معرکوں میں شرکت کرتی تھی۔

(اٹھارہویں صدی (۱۸۳۷ء) کے خاتمہ اور انیسویں صدی کے آغاز میں

اودھ میں بھی جہاں کی عیش و عشرت کی کہانیاں زبان زدِ خلائق ہیں عسکریت کی روح باقی تھی، جس کی نسبت ایک انگریز نے کتاب "شباب لکھنؤ"[1] میں عورتوں کے متعلق لکھا ہے کہ:-

میں نے بچشم خود ان کو قواعد کرتے دیکھا۔ یہ عورتیں پوری طرح سے بندوق چھتیاتے، آگے بڑھتے، پیچھے ہٹتے، بندوق بھرتے، قتارہ لگاتے، سنگین چڑھانے کے کام اسی ترتیب سے کرتیں جیسے بارکوں میں ہوتے ہیں۔ ان کی جماعت میں سارجنٹ بھی ہوتے تھے۔ ان زنانہ سپاہیوں کی دو کمپنیاں تھیں۔"

غازی الدین حیدر اپنے بعد نصیر الدین حیدر کو تخت دینا نہیں چاہتے تھے، اس پر نصیر الدین حیدر کی ماں بڑی جرأت و استقلال کے ساتھ لڑیں۔ انھوں نے اپنے سپاہیوں کو سنج کر کے ذاتی مردانگی کی بہت اچھی مثال قائم کی بالآخر فتح مند ہوئیں، اور بادشاہ نے شکست کھائی۔

نصیر الدین کو زہر دیا گیا تو ان ہی بیگم صاحبہ نے از سر نو ہنگامہ اٹھایا۔ اپنی زنانہ فوج کو بھیج کر ریذیڈنسی کا محاصرہ کر لیا اور نصیر الدین کے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا

واجد علی شاہ کی ایک بیگم حضرت محل والدۂ برجیس قدر نے جو انتزاع سلطنت کے بعد لکھنؤ میں تھیں، ۱۸۵۷ء میں دس ماہ تک انگریزی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ اپنے دس سالہ فرزند برجیس قدر کو تخت نشین کرایا۔ خود ریجنٹ (مختار کل) بنیں

---

[1] زمانۂ تصنیف ۱۸۵۵ء۔ ترجمہ ۱۹۳۰ء

باوجود پردہ میں رہنے کے گھوڑے پہ نکلتیں۔

اسی معرکہ میں ایک موقع پر ۶۰،۰۰۰ ہزار آدمیوں نے بہادری، استقلال اور ہوشیاری سے حضرت محل نائب السلطنت کے علموں کے نیچے شہر میں جمع ہو کر مورچہ بندی بھی کی تھی۔

نواب شجاع الدولہ کی ایک بیگم جو بخشی الممالک نواب محمد اسحاق خاں کی لڑکی تھیں علاوہ فاضلہ و شاعرہ و خوشنویس اور ہفت قلم ہونے کے میدان کارزار میں ہمیشہ شوہر کے پہلو بہ پہلو رہیں اور بعض معرکوں میں فوج کی قیادت (کمانڈ) بھی کرتی تھیں۔

عصرِ حاضر

اوراقِ ماقبل میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ تاریخی ہیں مگر اب وہ مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو تازہ اور قربِ زمانی کے لحاظ سے گویا چشم دید ہیں۔

سنہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر جو بہیمانہ حملہ کیا تھا اس کی مدافعت میں طرابلسی عورتوں نے نہایت دلیری سے حصّہ لیا ان میں ایک نوعمر لڑکی "فاطمہ" نامی بھی تھی جو مجاہدین کو پانی پلاتی تھی اور جانباز سپاہی کی طرح لڑتی بھی تھی جب وہ میدانِ جنگ میں زخموں سے چور اور پیاس کی شدت سے بیتاب تھی تو کسی مجاہد نے اس کو پانی دیا مگر فاطمہ نے اپنے قریب ہی ایک اور زخمی مجاہد کو پیاسا دیکھ کر خود پینے سے انکار کر دیا اور بہ اصرار اس زخمی کو پلوایا۔

اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال (مرحوم) نے ایک نظم میں اظہارِ عقیدت کیا تھا کہ ؎

فاطمہ تو آبروئے ملّتِ مرحوم ہے — ذرّہ ذرّہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی — غازیانِ دیں کی سقّائی تری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے خوف و خطر — ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی — ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

سنہ ۱۹۲۶ء میں اسپین کے مظالم سے تنگ ہو کر جب ریف کے مسلمانوں نے

اپنی آزادی کے لیے تلوار اُٹھائی تو اس جنگ میں مسلمان عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش رہیں۔

اسی طرح شام کے قبیلہ دروز نے جب فرانس سے مقابلہ کیا تو دروزی عورتیں بھی لڑائی کی صفوں میں شامل تھیں۔

ایک گلہ چرانے والی نے ایک تنگنائے کے سرے پر بیٹھ کر اپنی رائفل سے ایک فوجی دستہ پر جو گاؤں پر حملہ کے لیے بڑھ رہا تھا فائر کرنے شروع کر دیئے اور مدد پہونچنے تک پچاس سواروں میں سے آٹھ کو ختم کر دیا۔

اس زمانہ (رواں صدی) کے عشرۂ پنجم کے آخر میں تقسیم فلسطین سے جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور جنگ کا جو خطرہ سر نکال چکا ہے اس کے مقابلہ کے لیے عرب عورتیں تیار ہو رہی ہیں ان کی ایک نامعلوم تعداد قاہرہ کے قریب ایک فوجی کیمپ میں باقاعدہ عسکری تربیت حاصل کر رہی ہے[1]۔

ایرانی عورتوں میں بھی روح عسکریت ہمیشہ بے چین رہی ہے اور ان کی دلیری اور سپاہیانہ اوصاف مشہور رہیں، ایران میں ایک شاعر کاتی ہمدانی اپنے ملک کی عورتوں کے متعلق ایک قصیدہ میں لکھتا ہے۔

میران سپاہ اند عروسان وثاق اند — گردان جہان اند و ہژبران زمان اند
چون سیم ہمہ پاک تن و پاک جبین اند — چون سنگ ہمہ سخت دل و سخت کمان اند
با قرطہ رومی ہمہ چون بدر منیر اند — بر مرکب تازی ہمہ چون باد فران اند
مانند تذروانند چو با جام و شراب اند — مانند ہژبر اند چو با تیغ و سنان اند

---

[1] ایک امریکی اخبار نے ان کی تصاویر بھی شائع کی ہیں

اب زمانہ حال میں ان عورتوں کی بہادری دیکھئے کہ ۱۹۱۱ء میں جب روس نے ایران کو الٹیمیٹم دیا تو یہ افواہ اڑی کہ مجلس نابین (ایرانی پارلیمنٹ) اس کو قبول کرلے گی یعنی روس کی تمام شرطیں منظور کرلی جائیں گی جو ایرانی آزادی کا خاتمہ تھا تو اس وقت ایرانی عورتوں کی ہی ہمت نے آزادی باقی رکھی

اعلیٰ خاندانوں کی تین سو عورتیں برقع و نقاب اور سیاہ لباس میں پارلیمنٹ کی طرف گئیں اکثروں کے ہاتھ میں پستول تھے اور بعض اپنے دامنوں میں دبائے تھیں اجازت لے کر اندر داخل ہوئیں اور بڑی دلیری سے صدر کا سامنا کیا انھوں نے اپنی نقابیں الٹ دیں اور پستول دکھا کر کہا کہ ہم سب یہ تصفیہ کرکے آئے ہیں کہ اس پارلیمنٹ میں ہمارے شوہر، ہمارے لڑکے، ہمارے بھائی جو اس وقت موجود ہیں ان سب کو ابھی اسی وقت مار ڈالیں گے اگر روسی الٹیمیٹم منظور کرنے کا ذرا بھی خیال ظاہر کیا۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم لوگ مرد ہوکر اپنا فرض ادا نہیں کرتے اور ملک کی حرّیت و وقعت کو یوں کھونا چاہتے ہو ہم تم سب کو مارنے کے بعد اپنے تئیں بھی ہلاک کر ڈالیں گے اور ہماری لاشیں تمھاری لاشوں سے مل جائیں گی۔

نتیجہ میں مجلس نے الٹیمیٹم نامنظور کردیا اور جنگ ہوئی اس جنگ میں عورتوں نے بھیس بدل بدل کر شرکت کی اور فوجی خدمتیں انجام دیں۔ پھر تو وہ نہ صرف پولس کے فرائض انجام دینے کے قابل سمجھی گئیں بلکہ ان کی عسکری تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔

جنگ عظیم (سنہ ۱۹۱۴ء) کے حوادث میں ترکی سلطنت کی بقا اور پھر

نشاۃ ثانیہ میں ترکی عورتوں نے حیرت انگیز کام کئے ہیں

ان تمام ممالک کی طرح جو شریک جنگ تھے ترکی میں بھی کارخانے اور دیہات مزدوروں اور کسانوں سے بالکل خالی ہو گئے تھے تاکہ میدان جنگ میں سپاہیوں کی قلت نہ رہے آخر ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ جنگ میں جانے والے نوجوانوں کی جگہ بڈھے آدمی اور چھوٹے لڑکے کافی کام نہ دے سکتے تھے ترکی میں سب سے پہلا محکمہ ڈاک خانہ کا تھا جس نے اپنے دفاتر میں عورتوں کو ملازم رکھنے کی جرأت کی پہلے پہل جب خواتین ڈاک خانوں کی کھڑکیوں میں بیٹھ کر ٹکٹ بیچنے لگیں تو ملک میں ایک سنسنی سی پھیل گئی لیکن ان عورتوں نے اپنے فرائض کو ایسی پابندی وقت اور خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ نکتہ چینوں کی زبانیں بہت جلد بند ہو گئیں اور آئندہ کے لئے راستہ کھل گیا بہت ہی جلد عورتوں کو بنکوں، بازاروں اور دکانوں میں دیکھنے کے عادی ہو گئے اور اس طرح آزادی نسواں نے دیانت دار کارکنان ملکی کی وساطت سے عملی صورت اختیار کی۔

دیہات میں عورتوں نے اپنے مصروف کارزار بھائیوں اور شوہروں کی جگہ کام کرنے میں اور بھی عجلت اور سرعت سے کام لیا کیوں کہ کاشتکاری کے کام میں تو زمانہ سلف ہی سے عورتیں اپنے مردوں کے ہاتھ بٹاتی رہی ہیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے زراعت کا کام دوسرے کاموں کی نسبت جلدی سنبھال لیا

پرانے تعصبات کی آگ فرو کرنے میں سب سے زیادہ اس امر نے کام دیا کہ عورتوں نے فوج کی امداد و اعانت کے بہت سے کام اختیار کر لئے بالخصوص

جنگی ہسپتالوں میں خدمات انجام دینے لگیں جنگ کے پہلے ہی مہینے سے
ہلال احمر کے ہسپتالوں میں ترکی خواتین کی محنت و سرگرمی کے مناظر نظر آنے لگے
اور انھوں نے اس خدمت کو بہت خلوص سرگرمی اور محنت سے انجام دیا تجارت
اور زراعت کے کام تو صرف طبقہ ادنیٰ و طبقہ متوسط کی عورتوں نے اختیار کئے
تھے مگر زخمیوں کی دیکھ بھال اور ہسپتالوں کے فرائض میں طبقہ اعلیٰ کی معزز خواتین
نے حصہ لیا اس طرح نسوانی سرگرمی اور فعالیت تمام طبقات اور تمام مدارج معاشرت
میں جاری و ساری ہو گئی۔

بہت سی عورتوں نے فوج کے عقب میں کام کرنے کی خدمات اپنے
ذمے لے لیں سرزمین اناطولیہ کے وسیع و صحرائی علاقے میں جہاں نقل و حمل کے
سامان مفقود تھے اور سال کے زیادہ حصے میں سڑکیں ناقابل گذر رہتی
تھیں ان جفاکش عورتوں نے جنگ کا ساز و سامان اپنی پیٹھوں پر اٹھا کر مجاہدین
کو پہونچایا تاکہ جہاد کے تسلسل و تواتر میں فرق نہ پڑ جائے۔

یہ خواتین جو اپنی پیٹھوں پر سامان رسد اٹھاتی تھیں چھاتیوں سے اپنے
بچوں کو دودھ پلاتی تھیں خود سردیوں میں کپکپاتی تھیں اور مجاہدین اسلام کو
اپنے لحاف اڑھاتی تھیں وہ منظر تاریخ میں ہمیشہ قائم رہے گا جب بیل سامان
حرب سے بھرے ہوئے ٹھیلوں کو کھینچتے تھے اونٹ سامان رسد کو اٹھاتے
تھے ترکی عورتیں ان کے آگے ہوتی تھیں ایک ہاتھ سے اونٹ کی نکیل پکڑتی
تھیں اور دوسرے ہاتھ سے اپنے بچوں کو گود میں تھامے رہتی تھیں سیکڑوں
کیلومیٹر پا پیادہ طے کرتی تھیں ذرا ان خاردار راستوں کا خیال کرو اور ایام سردی کو

اپنے تصور میں لاؤ مگر یہ خواتین اپنے مصائب کو جھیلتی ہوئی مجاہدین اسلام کو میدانِ جنگ میں رسد پہنچاتی تھیں۔

انھوں نے رسد تقسیم کرنے کے لئے ایک منظم رسالہ بنایا تھا اور گولیوں کی بوچھار میں غنیم کی خندقوں پر قبضہ کیا۔

خالدہ ادیب خانم جنھوں نے ۱۹۳۶ء میں ہندوستان کا بھی دورہ کیا ہے اور جن سے ہندوستان کی تعلیم یافتہ خواتین واقف ہیں اس مسلح فوج میں شامل تھیں جو یونان سے معرکہ آرا تھی۔

لفٹنٹ فاطمہ خانم نے جو ایک فوجی افسر کی بیوہ تھیں رضاکاروں کا دستہ مرتب کیا اور اس دستہ کو اپنی کمانڈ میں لے کر معرکہ جنگ میں شرکت کی کئی معرکوں میں زخمی بھی آئے مگر صحت کے بعد پھر میدان کا رخ کیا۔

ایک خاتون عائشہ عصمت سقاریہ کی مشہور جنگ میں شریک تھیں اور انھوں نے درجہ بدرجہ ترقی کرکے میجر کا عہدہ حاصل کیا۔

جنگ کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنے دورہ میں پندرہ سو سپاہی عورتوں کو جنگی انعام دیئے اور ڈاکٹر صفیہ خانم نے ہلال احمر کی خدمات کے صلہ میں طلائی تمغہ حاصل کیا ۱۹۲۵ء تک دو عورتیں کرنل اور ایک سو مختلف درجوں کی افسر بنائی گئیں۔

جنگ سقاریہ کے بعد عصمت پاشا انونو (موجودہ صدر جمہوریہ ترکی) نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ

جنگ سقاریہ میں جس کی کامیابی نے ترکی کو حیات تازہ بخشی ہے عورتوں کی

بہادری اور سعی و غیرت کا بہت بڑا حصہ ہے ۔

اناطولیہ کی اس جنگ میں عورتیں ہمیشہ مردوں کو آمادہ کرتی رہی ہیں حتیٰ کہ بعض وقت اگر مردوں سے کچھ کاہلی رونما ہوئی ہے تو عورتوں نے ان کے ساتھ ترک موالات کیا ہے ۔"

غازی رؤف بے صدر جمہوریہ ترکی نے ایک موقع پر اپنی ایک تقریر میں ان بہادر خواتین کی خدمت میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرتے ہوئے کہا کہ

میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے اپنی اُن ماؤں اور بہنوں کا شکریہ ادا کروں جنھوں برفانی علاقے میں ننگے پاؤں چل کر ہماری فوج کو اشیائے خوردنی اور سامان حرب کے ذخائر پہنچائے ۔

جو قوم ایسی مثالیں پیش کر سکتی ہے وہ مُردہ نہیں بلکہ ایک شاندار مستقبل کی سرمایہ دار ہے ۔

بھوپال اور دکن

اب ہم دو مشہور و مخصوص خطوں یعنی بھوپال اور دکن کی عورتوں کی عسکری روایات کو جو ماضی و حال سے متعلق ہیں پیش کرتے ہیں۔

بھوپال کی ابتدائی تاریخ (سنہ ۱۷۰۷ء) ہی جنگ جویانہ واقعات کے ساتھ شروع ہوئی اور اس میں ہر نوبت پر عورتوں نے وہ نمایاں کام کیے جن پر ہمیشہ فخر کیا جائے گا۔

دارالریاست کا قلعہ "فتح گڈھ" اور فوجی نشان "فتح نشان" بانی ریاست کی بیگم کے نام سے موسوم ہے جو اپنے دلیر شوہر سردار دوست محمد خاں بانی ریاست کے ساتھ جنگی معرکوں میں شریک رہیں۔

انیسویں صدی کے اوائل میں جب بھوپال پر مرہٹہ طاقتوں کے حملے ہو رہے تھے تو ایک موقع پر جبکہ قلعہ اسلام نگر کو جو بھوپال کا اولین مستقر حکومت تھا مرہٹوں نے لینا چاہا تو خاندان ریاست کی ایک بیوہ خاتون "موتی بیگم" نے مقابلہ کیا اور مرہٹے واپسی پر مجبور ہوئے۔

اس واقعہ کے چند سال بعد ہی سنہ ۱۸۱۳ء میں جبکہ ناگپور اور سیندھیا کی مرہٹہ طاقتوں نے متحد ہو کر بھوپال کا تاریخی محاصرہ کیا تو اس وقت محاصرین کی فوجی طاقت ستر ہزار اور محصورین کی چھ ہزار تھی اور وہ بھی طوالت محاصرہ سے اور روزانہ جنگ کے باعث کم ہو رہی تھی۔ غلہ اور ضروریات زندگی کی کمی اور پھر نایابی نے محصورین کی زندگی کا دارومدار درختوں کے پتوں جڑوں اور

بعض اوقات چمڑے کے جوشاندہ پر کر دیا تھا مگران محصور عورتوں نے جن میں ہر طبقہ کی تھیں ان سب تکلیفوں کو برداشت کیا اور اُن کی دلیری اور حُبِ وطنی نے ایک سے زیادہ موقعوں پر صورت حال بَدل دی۔

ایک موقع پر جب سپہ سالار افواج نے محاصرین کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ کیا تو اس کی دلیریاں نے سخت ملامت کی اور آخر دم تک مقابلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

اسی محاصرہ میں فرمانروا کی ایک بیگم نے شہر کے ایک بُرج پر اپنی کنیزوں کے ساتھ توپچی کی خدمت انجام دی۔

یہ محاصرہ آخر اکتوبر میں شروع ہوا تھا۔ جنوری میں ایک ایسا وقت آیا کہ ایک جگہ مدافعت کمزور تھی محاصرین کی ایک جماعت فصیل پر قابض ہوگئی۔ اور اپنا عَلَم نصب کر دیا۔ لیکن اس شہر کی عورتوں نے جن میں ہندو مسلمان دونوں شریک تھیں شدید مقابلہ کیا اور محاصرین کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔ تا آنکہ کمک آگئی اور محاصرین نقصان کے ساتھ پسپا ہوئے۔ سپہ سالار کو اُن عورتوں کی بہادری اور ایسی زبردست مدافعت سے بڑی تقویت ہوئی اس نے ان بہادرانہ خدمات کے صلہ میں ان کو انعامات تقسیم کئے اور اس یقین نے کہ یہ شہر اب کسی طرح محاصرین کے ہاتھوں میں نہیں جا سکتا۔ ایک خاص طاقت پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ آٹھ ماہ بعد مئی میں بقیۃ السیف فوج محاصر واپس چلی گئی۔

اس زمانہ کی متعدد انگریزی تاریخوں میں اس محاصرہ کا اجمالی و تفصیلی تذکرہ ہے

ان تاریخوں میں ایک فوجی انگریز میجر ھاگ کی تاریخ "پرانسپلٹی آف بھوپال" بھی ہے جس میں مصنف (اس محاصرہ کے ۳۰ سال بعد معلوم ہوتا ہے انھوں نے خود بھوپال میں ان مقامات کو دیکھا ہے۔) اسی سلسلۂ بیان میں لکھتا ہے کہ:۔

"ماہ جنوری سنہ ۱۸۱۳ء کے دو حملوں میں دشمن تھوڑی سی کامیابی اور ایک برج پر قابض ہو جانے سے بہت خوش ہوا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مقابلہ پر ایسی بہادر عورتیں بھی ہوں گی کہ اس کو مقبوضہ جگہ سے ہٹا دیں گی اس واقعہ نے سب کا دل بڑھایا اور بھوپالی عورتوں کے جوانمردانہ کام نے ہمت کو دوشن کر دیا۔"

بیگمات بھوپال کی عسکری قابلیتیں اسی سپہ سالار بھوپال کی پوتی نواب سکندر بیگم خلد آشیاں تھیں جنھوں اپنے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور خصوصاً غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے موقع پر اپنی فوجی قابلیتوں کو نمایاں کیا۔ نائرہ جنگ سے اپنے ملک کو محفوظ رکھا

ان کی جانشین نواب شاہجہاں بیگم (خلد مکاں) نے اگرچہ امن و امان کا زمانہ پایا تھا مگر ان کی تعلیم و تربیت میں بھی فوجی عنصر شامل رہا۔ اور شہسواری و نشانہ بازی سکھائی گئی۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ

شہسوارم، نیزہ بازم تیر اندازم بسترگ
در شب تاریک اکثر پائے موراں دوختم

یہی سبب تھا کہ فوج سے خاص دلچسپی تھی اور انھوں نے متعدد اصلاحات کیں۔ اپنی ریاست کے رسالہ کو کوئن وکٹوریہ کے نام پر "وکٹوریہ لانسرز" سے موسوم کیا ہندوستان میں یہ پہلی مثال تھی۔

کرنل ثریا جاہ نواب عابدہ سلطان ولیعہد بھوپال

ان کے بعد جب نواب سلطان جہاں بیگم (فردوس آشیاں) سریر آرائے حکومت ہوئیں تو یہ زمانہ اگرچہ اور زیادہ امن وامان کا تھا مگر ان میں بھی وہی روح عسکریت تھی، اور ان کی تعلیم وتربیت میں بھی باقاعدہ نشانہ بازی، شہسواری داخل رہی تھی۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں جبکہ سفر حج میں بدوؤں نے ان کے قافلہ پر حملہ کیا اور ترکی فوج محافظ نے اس کی مدافعت کی تو انھوں نے برائے العین معرکہ جنگ مشاہدہ کیا۔ اور بقول لارڈ منٹو وائسرائے ہند۔

"یور ہائینس! میں اس امر پر اظہار مبارکباد کئے بغیر نہیں رہ سکتا
کہ حال کے زمانہ امن وامان میں آپ ہی ایک ایسی حکمران ہیں جنھوں
نے میدان کارزار بھی دیکھا ہے۔"

اکثر فوجی تقریبات کے مواقع پر علیا حضرت بذات خاص اپنی فوج کا ریویو اور انسپکشن بھی کرتی تھیں۔ اور جب فوج کی تنظیم جدید ہوئی تو حضور ممدوحہ کے نام سے منسوب کرکے سلطانیہ انفنٹری قائم کی گئی۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ان کی عسکری سرگرمیوں کی تعریف کی گئی اور جنگی کانفرنس منعقدہ دہلی میں شرکت کرکے انھوں نے ہندوستانی عورتوں کی نمایندگی کی۔

ہز ہائینس نے خواتین بھوپال میں نہ صرف سینٹ جان امبولنس کی تعلیم وتربیت کا ایک نظام قائم کیا بلکہ گرلز گائڈ کی تحریک شروع ہوتے ہی اس کو رائج کردیا۔ موجودہ ولی عہد بھوپال اور ان کی دونوں بہنوں نواب ساجدہ سلطان اور نواب رابعہ سلطان کی تربیت میں فوجی تربیت کا عنصر رکھا۔

شہسواری، نشانہ بازی، شکار، پولو وغیرہ کی پوری مشق کرائی گئی۔

کرنل نواب ثریا جاہ گوہر تاج بیگم ولی عہد سپاہیانہ کرتبوں میں ماہر ہیں۔ دلیری اور شجاعت کا مجسمہ ہیں۔ شہسواری، پولو اور شکار میں امتیاز حاصل ہے۔ ایک درجن سے زیادہ شیروں کا شکار کر چکی ہیں اور طیارہ رانی کی باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔

ہندوستان میں وہ دوسری خاتون ہیں جن کے نام سے ایک ریگولر فوج (گوہر تاج انفنٹری) منسوب ہے۔ اور بایں لحاظ وہ فرد فرید ہیں کہ اس انفنٹری میں کرنل کا عہدہ رکھتی ہیں۔ اور اس کی کمانڈر ہیں اور باقاعدہ فوجی پریڈ وغیرہ میں شرکت کرتی ہیں۔

گذشتہ عالمگیر جنگ میں جو افواج غنیم کے مقابلہ میں معرکہ آرا رہیں ان میں ہندوستان کی صرف یہی دو فوجیں (سلطانیہ انفنٹری اور گوہر تاج ادن انفنٹری) تھیں جو ہندوستانی عورتوں اور خصوصاً مسلمان عورتوں کے عَلَم کے سایہ میں لڑ رہی تھیں۔ اور جنگ کو فتح و نصرت کی منزل تک پہنچانے میں ان کا بھی حصّہ تھا۔

یوں تو دفاع شہری اور نرسنگ کے لیئے ہر جگہ اور ہر ریاست میں عورتوں کی ہمدردانہ خدمات اور اعانت سے فائدہ اُٹھایا گیا۔ لیکن بھوپال میں امریکہ اور انگلستان کی طرح ویمن ایگزیلری کور بھی بایں مقصد قائم ہوا کہ

فرمانروائے بھوپال کی افواج کے ایک جزو کے طور پر یا دیگر افواج

کے طور پر جو اغراض جنگ کے لیئے ترتیب دی گئی ہوں ریاست بھوپال میں خدمات انجام دے۔

ہرہائنس علیا حضرت میمونہ سلطان شاہ بانو جن کی رگوں میں افغانستان کے قدیم شاہی خاندان کا خون ہے پوری عسکری صفات رکھتی ہیں۔ انکی تربیت میں جو فردوس آشیاں کی نگرانی میں ہوئی ان صفات کو مجلیٰ کرنے کا خاص خیال رکھا گیا۔ وہ نہایت شجیع اور قادر انداز ہیں اور انھوں نے کئی شیر بھی شکار کیئے ہیں۔

دکن

خطہ دکن کے صفحات تاریخ بھی عورتوں کے عسکری کارناموں کے تابناک مظاہر ہیں۔ دولت آباد احمد نگر کی نظام شاہی قلمرو میں شامل تھا اس پر عادل شاہ نے جب ایک زبردست لشکر سے حملہ کیا تو اس کی مدافعت دربار نظام شاہی کے مختار کل حمید خاں حبشی کی بیگم نے کی اس نے فوج کو اپنی قیادت میں لیا اور اس طرح میدان جنگ میں لڑایا کہ انجام کار حملہ آور کو پسپا اور فرار ہونا پڑا۔

عادل شاہی خاندان کے بانی یوسف عادل شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند اسمٰعیل کی کمسنی سے موقع پاکر کمال خاں نائب السلطنت نے بیجاپور کی حکومت پر بزور وقوت قبضہ کر لینا چاہا لیکن اسمٰعیل کی ماں پونجی خاتون دوڈہائی سو جانباز وں کے ساتھ قلعہ بند ہو گئی سپاہیوں کو محل کی چھتوں پر متعین

کر کے اپنی قیادت میں محاصرین قلعہ پر تیر اور پتھر کی بارش شروع کی ' اس معرکہ میں دل شاد آغا (عادل شاہ کی بہن) اور قلعہ کی دوسری عورتیں بھی اس کی رفیق و شریک تھیں ہنوز یہ معرکہ جاری تھا کہ ایک وفادار افسر توپخانہ کے ساتھ کمک کو پہنچ گیا اور سخت جنگ و جدل کے بعد ان دلیر عورتوں کی جنگی تدبیر و جانبازی سے غدار دشمن کو ناکامی اور شکست ہوئی۔

چاند سلطانہ کا نام تو تاریخ نسائیت و عسکریت کی زینت ہے جس نے اکبر اعظم کی زبردست فوج کا مقابلہ کیا۔

اس فوج کے قائد شہزادہ مراد نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کرکے سرنگوں سے اڑا دینا چاہا تو سلطانہ نے ان سرنگوں کی بارود کو خالی کرانا شروع کیا تاہم ایک سرنگ باقی رہ گئی اور اس نے دیوار کا ایک حصہ اڑا دیا اس خطرناک موقع پر خود سلطانہ گھوڑے پر سوار ہو کر مقابل آگئی اور اس وقت تک مقابلہ کرتی رہی جب تک کہ دیوار پھر تعمیر نہ ہو گئی۔

مہ لقا بائی چندا جہاں شعر و سخن اور موسیقی میں کمال رکھتی تھی وہاں گھوڑے کی سواری' تیر اندازی نشانہ بازی اور شمشیر زنی میں بھی ماہر تھی وہ ہمیشہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلا کرتی تھی۔

غرض دکن کی عورتوں میں عموماً جذبۂ عسکریت رہا اور ایک صدی پہلے تک فنون سپہ گری کی تربیت کا رواج تھا بہت مدت نہیں گذری کہ نواب خورشید جاہ مرحوم نے عورتوں کی ایک فوج مرتب کی تھی جو فوجی وردی سے ملبوس اور فوجی اسلحہ سے مسلح رہتی بینڈ بجانے کی مخصوص تربیت دی گئی تھی اس مثال کی دیگر
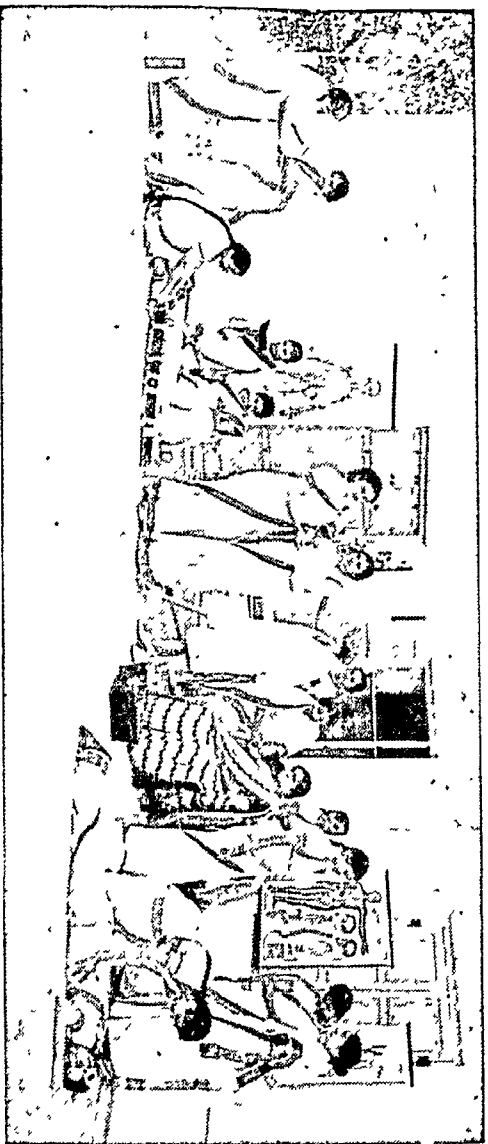
ھر ھائنس والا شان شاھزادی برار اپنی پارٹی کے ساتھہ فرسٹ ایڈ کے کاموں کے سلسلہ میں اپنے دست مبارک سے ایک لڑکی کے ھاتھہ پر پٹی باندہ رھی ھیں۔

امرائے پائیگاہ نے بھی پیروی کی مگران کے جانشینوں میں یہ جذبہ و ولولہ نہ تھا اور یہ فوج داستان ماضی بن گئی۔

نواب افسرالملک مشہور سپہ سالار دولت آصفیہ کے خاندان میں بھی متعدد خواتین کو گھوڑے کی سواری اور بندوق سے نشانہ بازی کی تعلیم دیگئی تھی بعض عرب اور پٹھان جمعداروں کے خاندانوں کی عورتوں نے نیزہ بازی اور شمشیرزنی میں مہارت حاصل کی۔

عصر حاضر عصر حاضر میں ہر ہائینس والاشان شہزادی درشہوار پرنسز آف برار کو جو ترکی شہزادی (سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی دختر) ہیں گھوڑے کی سواری پولو اور ملٹری اسپورٹ سے عمیق دلچسپی و مہارت ہے گرس گائڈ پر بھی خاص توجہ مرکوز ہے اور اس کی مجلس کی پیٹرن ہیں۔

گذشتہ عالمگیر جنگ کے موقع پر جب ہوائی حملوں کے خطرات کی عام دہشت تھی تو ہر ہائینس ممدوحتہ الشان نے دفاع شہری کے لئے خواتین کی ایک بڑی جمعیت قائم کی تھی اور جس کا سرکار عالی کے سررشتہ اے آر پی کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔

اسی سلسلہ کارہائے جنگ میں فرسٹ ایڈ کی تربیت اور نرسنگ کا انتظام بھی فرمایا ہزاروں رضاکار عورتیں اس میں شامل تھیں جنھوں نے تکمیل تربیت و تعلیم کرکے امتحان دیا اور قابلیت حاصل کی

شہزادی نیلوفر فرحت بیگم (دوسری ترکی شہزادی سلطان مراد مرحوم کی پوتی) کو بھی کچھ کم دلچسپی نہیں ہر ہائینس پرنسز آف برار کی جمعیت دفاع شہری

کی نائب صدر تھیں اور اس کا لائحہ عمل حضور ممدوحہ کا مرتبہ تھا۔

اسی زمانہ جنگ میں جب انجمن صلیب احمر کی طرف سے نرسوں کی شدید طلب تھی تو نواب مہدی نواز جنگ بہادر کی بیگم صاحبہ نے اپنی خدمات پیش کیں اور باضابطہ فوجی اصول پر تربیت کے بعد کراچی کے فوجی ہسپتال میں رضاکارانہ خدمات انجام دیں۔

ایک نہایت مبارک اور امید افزا اقدام یہ ہے کہ بلدہ حیدرآباد کے ادارہ انیس الغرباء نے اُن یتیم بچیوں کی جو اس یتیم خانہ میں داخل ہوتی ہیں تعلیم و تربیت میں عسکریت کو بھی شامل رکھا ہے۔ فوجی قواعد ڈرل اور استعمال اسلحہ و مدافعت کی باقاعدہ تعلیم کی جاتی ہے اور تربیت دی جاتی ہے۔

ایک عورت نرس کے لباس میں
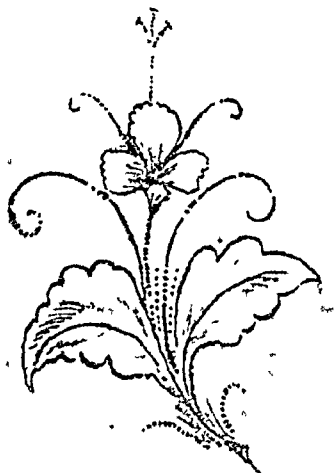
ایک افسر خاتون اپنے فوجی
یونیفارم میں